بائیسواں فقہی سمینار

منعقدہ: ۲۵-۲۷/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء، جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ

- ☆ الیکشن سے مربوط شرعی مسائل
- ☆ بیع الوفا
- ☆ بیع صکوک
- ☆ تجویز بہ سلسلہ تحفظ خواتین

سوالنامہ

الیکشن سے مربوط شرعی مسائل

انسان اپنی ضروریات کو پوری کرنے نیز اپنی حفاظت اور دفاع کے لیے اپنے ہی جیسے بہت سے انسانوں کا محتاج ہوتا ہے، اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ سماج کو نظم وضبط کی لڑی میں پرو دیا جائے، تنظیم کا ایک دائرہ تو نسبتاً محدود ہوتا ہے، جس کو ہم 'خاندان' کہتے ہیں، دوسرا دائرہ اس سے وسیع تر ہوتا ہے، جس کو سلطنت اور حکومت سے تعبیر کیا جاتا ہے، ایسے کسی نظام کے بغیر انسان کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں؛ اسی لئے ہر مہذب سماج ریاست کے زیر سایہ زندگی گزارتا آیا ہے۔

حکومت کی تشکیل کے مختلف طریقے زمانہ قدیم سے مروج رہے ہیں، موجودہ عہد میں جس سیاسی نظام کو مشرق سے مغرب تک پوری دنیا میں غلبہ حاصل ہے، وہ ہے جمہوری نظام، جمہوریت کے بعض اصول اسلام کے طرز حکمرانی سے بہت قریب ہیں، اور بعض اسلامی تعلیمات کے مغایر بھی ہیں؛ لیکن چونکہ جمہوریت کی متنوع شکلیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور اس میں مختلف طرز حکومت کو سمو لینے کی گنجائش ہے؛ اس لئے بہت سے مسلمان ملکوں میں ایسی جمہوریت کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی ہے، جو شریعت اسلامی سے ہم آہنگ ہو۔

جمہوریت کا ایک اہم عمل عوامی رائے سے حکمراں کا انتخاب کرنا ہے، اب چونکہ ہر ملک میں آبادی کا پھیلاؤ غیر معمولی حد تک بڑھ گیا ہے، اس لئے ملک کے ہر بالغ شہری کی رائے حاصل کرنے اور اس کو انتخاب کے عمل میں شریک کرنے کے لئے الیکشن کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے، الیکشن کے ذریعہ گاؤں اور شہر کی سطح پر بھی عوام اپنے نمائندوں کا انتخاب کرتے ہیں، صوبہ کی سطح پر بھی اور ملک کی سطح پر بھی، پھر ان منتخب نمائندوں کی رائے سے ہیئت حاکمہ وجود میں آتی ہے، ملک کا سربراہ منتخب کیا جاتا ہے اور تمام فیصلے کئے جاتے ہیں۔ الیکشن کا مسئلہ ان مسلمانوں کے لئے بھی اہمیت کا حامل ہے جو کسی مسلمان ملک میں بستے ہوں اور ان مسلمانوں کے لئے بھی جو اقلیت کی حیثیت سے کسی خطہ میں مقیم ہوں، نیز اس میں کوئی شبہ نہیں کہ الیکشن کے موجودہ طریقہ کار میں بہت سے شرعی مفاسد بھی شامل ہوگئے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ الیکشن سے مسلمانوں کے وسیع تر دینی وملی مفادات متعلق ہیں۔ اگر وہ جمہوری نظام میں الیکشن سے بے تعلق ہوجائیں تو اس سے ان کو غیر معمولی نقصان پہنچ سکتا ہے اور ان کے مفادات پر کاری ضرب لگ سکتی ہے، یہ صورت حال نہ صرف غیر مسلم اکثریت ممالک میں ہے؛ بلکہ اکثر مسلمان ملک کی صورتحال بھی اس سے مختلف نہیں ہے۔

ہندوستان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے، گزشتہ ساٹھ سال کے عرصہ نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ ہمارا جمہوری نظام مستحکم بنیادوں پر قائم ہے، گردوپیش کے جتنے ممالک ہیں —— جن میں ہمارے ساتھ اور ہمارے بعد آزاد ہونے والے ممالک بھی شامل ہیں —— کے یہاں جمہوری نظام کو وہ استحکام حاصل نہ ہوسکا جو ہمارے ملک میں ہے، مشکل حالات میں بھی ہم نے جمہوری طرز فکر پر اپنے بھرپور ایقان کا ثبوت دیا ہے، یہ مستحکم جمہوریت جہاں ملک کے لئے سلامتی کی ضامن ہے، وہیں مذہبی، لسانی اور تہذیبی اقلیتوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہے، یہ جمہوریت اور جمہوریت کے زیر سایہ انتخابی عمل ہی کا نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک میں بار بار حکومتیں بدلتی رہتی ہیں، لیکن یہ تبدیلی نہایت پُر امن طریقہ پر کسی تشدد اور بغاوت کے بغیر وجود میں آتی ہے، اور عوام ووٹ کی طاقت سے اپنی ناپسندیدہ حکومتوں کو

ہٹا کر پسندیدہ حکومتوں کو لاتے ہیں۔

موضوع کی اہمیت اور موضوع سے متعلق مذکورہ پس منظر کی روشنی میں چند سوالات عرض خدمت ہیں، امید کہ کتاب وسنت اور فقہاء سلف کے اجتہادات نیز معاصر اہل علم کی آراء کے حوالے سے جواب عنایت فرمائیں گے:

۱- ووٹ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

۲- اگر ووٹ شہادت کے درجہ میں ہے تو اس کا حکم شرعی کیا ہوگا، ووٹ دینا صرف جائز ہوگا یا مستحب یا واجب؟

۳- الیکشن میں اپنے آپ کو بحیثیت امیدوار پیش کرنے کا کیا حکم ہے؟

۴- غیر مسلم ملکوں میں اور بہت سے مسلم ملکوں میں بھی قانون ساز ادارے مخالف شریعت قوانین بھی بناتے ہیں، ایسی صورت میں ان اداروں کا ممبر بننا درست ہوگا یا نہیں؟ خاص کر ان حالات میں کہ ہندوستان کے موجودہ قانون کے مطابق اگر کوئی پارٹی اپنے ممبروں کے لئے وہیپ جاری کردے تو وہ پارٹی کی پالیسی کے مطابق ووٹ دینے کا پابند ہوجاتا ہے اور اپنے ضمیر کی آواز پر ووٹ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔

۵- جو لوگ قانون ساز اداروں کے رکن منتخب ہوں، انہیں دستور سے وفاداری کا حلف اٹھانا پڑتا ہے اور دستور میں بہت سی دفعات خلاف شریعت بھی ہوتی ہیں تو یہ عمل کہاں تک درست ہوگا؟

۶- بعض عیسائی ملکوں میں ہر ممبر کو بائبل پر حلف لینا پڑتا ہے، خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، تو کیا مسلم ارکان کے لئے یہ عمل درست ہوگا؟

۷- بعض سیکولر پارٹیاں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے زیادہ مناسب سمجھی جاتی ہیں؛ لیکن ان کے منشور کی بعض دفعات مخالف اسلام یا مسلم مفادات کے مغایر ہوتی ہیں، کیا ایسی پارٹیوں میں شریک ہونا، ان کی طرف سے انتخاب لڑنا اور ان کی حکومت میں شامل ہونا جائز ہوگا؟

۸- جو سیاسی پارٹیاں کھلے طور پر مسلم دشمن ہیں اور ان کے منشور میں اسلام اور مسلمان کی مخالفت شامل ہو، کیا کسی مسلمان کے لئے اس پارٹی میں شریک ہونا جائز ہوگا؟ نیز اگر کسی کی نیت ہو کہ وہ پارٹی میں شریک ہوکر اس کے ایجنڈے کو بدلنے کی کوشش کرے گا تو کیا اس کے لئے اس پارٹی میں شامل ہونے کی گنجائش ہوگی؟

۹- ایک ایسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہوں، مسلمانوں کے لئے علیحدہ سیاسی جماعت قائم کرنا جائز ہوگا؟ جبکہ اسے سیکولر ایجنڈے کے تحت ہی کام کرنا پڑتا ہے، نیز ایک احساس یہ بھی ہے کہ جہاں مسلمانوں کی آبادی مرتکز نہیں ہوتی ہے، وہاں خصوصاً اور دوسرے علاقوں میں عموماً مسلم سیاسی جماعت کا قیام مسلمان مخالف ووٹ کو متحد کردیتا ہے، اور اس سے فرقہ پرست تنظیمیں فائدہ اٹھالیتی ہیں۔

۱۰- ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ الیکشن میں خواتین کا کیا کردار ہونا چاہئے، کیا انہیں ووٹنگ میں حصہ لینا چاہئے، کیا ان کے لئے الیکشن میں امیدوار بننا جائز ہے، کیا وہ قانون ساز اداروں کی ممبر بن سکتی ہیں؟ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ہندوستان میں تیزی سے یہ رجحان پنپ رہا ہے کہ سیاست میں عورتوں کی حصہ داری کو یقینی بنایا جائے، اس کے لئے مختلف ریاستوں میں اور مختلف سطحوں پر خواتین کے لئے سیٹیں ریزرو کی جارہی ہیں، یہاں تک کہ ہندوستان کی بعض ریاستوں میں پنچایت کی سطح پر پچاس فیصد سیٹیں عورتوں کے لئے ریزرو کردی گئی ہیں اور لوک سبھا سے پارلیمنٹ میں خواتین کے لئے ۳۳ فیصد ریزرویشن کا بل پیش کیا جاچکا ہے، اور قوی امید ہے کہ مستقبل میں یہ قانون کی شکل اختیار کرلے۔

☆☆☆

سوالنامہ

بیع وفاء

ضرورت ایجاد کی ماں کہلاتی ہے، ضرورت کی وجہ سے بہت سی اشیاء وجود میں آتی ہیں اور مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں اور پیدا کیے جاتے ہیں لوگ حالات کا شکار ہوتے ہیں تو ان حالات سے نمٹنے کے لئے طرح طرح کی شکلیں تجویز کرتے ہیں تا کہ اپنی ضرورتوں کو پورا کرسکیں جس میں بسا اوقات اس سے صرف نظر ہوتا ہے کہ شرعی حکم کیا ہے اور کبھی اس کی رعایت بھی پیش نظر ہوتی ہے تو واضح طور پر ممنوع ومنکر سے بچنا مقصود ہوتا ہے۔

خرید وفروخت کے باب میں ''بیع وفاء'' بھی ضرورت وحالات کے تحت اختیار کی جانے والی ایک شکل ہے جس کو کھلے طور پر سودی معاملات سے بچنے اور اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اختیار کیا گیا اور زمان ومکان کے فرق کے اعتبار سے اس میں وسعت وکثرت اور تنوع بہت پایا جاتا رہا اور پایا جاتا ہے، ہندوستان کے بعض خطوں میں اس کا کافی رواج پایا جاتا ہے، اسی لئے مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) نے اپنے آئندہ سیمینار کے موضوعات میں اس کو بحث میں شامل کیا ہے تا کہ اس بابت تحقیق ومذاکرہ کے بعد امت کی رہنمائی کے لئے کوئی مناسب راہ تجویز کی جاسکے۔

بیع وفاء کی بنیادی شکل یہ ہے کہ ایک آدمی ضرورتمند ہوتا ہے، غیر سودی قرض ملتا نہیں اور سودی قرض لینا نہیں چاہتا تو وہ اپنے کسی سامان (زمین وجائیداد وغیرہ) کا سودا یوں کرتا ہے کہ تم اتنی قیمت میں اس کو لے لو اور اتنی مدت کے بعد یا جب بھی میں اس قیمت کو واپس کرنے کے حال میں ہوں تو یہ سامان تم مجھ کو اسی قیمت پر دیدینا کسی دوسرے کو مت بیچنا۔

معاملہ یہ ہے کہ خرید وفروخت سے بیچی جانے والی شے بیچنے والے کی ملکیت سے نکل جاتی ہے اور خریدنے والا اس کا مکمل مالک بن جاتا ہے اور خرید کردہ شئے میں اس کو پورا اختیار ہوتا ہے کہ کچھ بھی کرے بیچے، ہبہ کرے، کرایہ پر دے وغیرہ اور فروخت کردہ شئے سے سابق مالک وفروخت کنندہ کا کوئی واسطہ نہیں رہ جاتا، بیع وفاء کا معاملہ اس سلسلہ میں اس سے مختلف ہے، تو اس بیع کی شرعی حیثیت اور اس کا حکم کیا ہے؟

(۱) یہ معاملہ جو بیع کے عنوان سے خاص قید وبند کے ساتھ ہوتا ہے شرعا منعقد اور درست ہے یا نہیں اگر شرعا منعقد اور درست ہے تو حکماً یہ بیع ہے یا نہیں۔

(الف) بیع قرار دینے پر یہ شرط کہ بعد میں کسی دوسرے سے نہ بیچا جائے فروخت کنندہ ہی سے بیچا جائے اس کا کیا حکم ہوگا؟

(ب) مالک اول کو بیچنے میں سابق ادا کردہ قیمت ہی لازم ہوگی یا اس سے زائد کا بھی مطالبہ کیا جاسکتا ہے؟

(ج) خریدار جب تک اس کو اپنے پاس رکھے تو اس سے فائدہ اٹھانے کا کیا حکم ہوگا؟

(د) خریدار اگر کسی دوسرے سے بیچ دے تو اس بیع کا کیا حکم ہوگا اور اگر مزید قیمت لے تو اس کی کیا حیثیت ہوگی؟

(۲) اگر اس کو رہن قرار دیا جائے تو

(الف) جب تک بیچنے والا اس کو واپس نہ لے اس وقت تک خریدار کے لئے اس سے فائدہ اٹھانے کی کیا حیثیت ہوگی؟۔

(ب) اگر خریدار اس طریقہ پر خریدے کہ مکان یا زمین کا کرایہ ادا کرے لیکن وہ اس کے مروجہ کرایہ سے بہت ہی کم ہو تو کیا یہ صورت جائز ہوگی؟۔

(ج) اس عرصہ میں خریدار اس شئے سے کسی طرح کا فائدہ (کاشت کا یا اجارہ داری وغیرہ) حاصل کرسکتا ہے یا نہیں؟

(د) خریدار اس کو بیچنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں اور بیچے تو کس حد تک قیمت لے سکتا ہے؟

(۳) آج کل بڑے شہروں میں کثیر رقمِ ضمانت اور اسی نسبت سے کم کرایہ پر معاملہ طے کیا جاتا ہے، مثلاً ایک دکان یا مکان پر دس لاکھ روپے رقم ضمانت حاصل کی جاتی ہے، تو اس کا مروجہ کرایہ دس ہزار روپے ماہانہ ہونا چاہئے لیکن مالک پانچ سو یا ایک ہزار روپے کرایہ لینے پر آمادہ ہوجاتا ہے؛ کیونکہ اسے کاروبار یا کسی ضرورت کے لئے زرضمانت کے نام پر بڑی رقم حاصل ہوجاتی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ زرضمانت کی حیثیت قرض کی ہوگی یا امانت و رہن کی، اور اس کی وجہ سے کرایہ میں کی جانے والی کمی جائز ہوگی یا اسے قرض پر فائدہ اٹھانا سمجھا جائے گا؟

☆☆☆

سوالنامہ

صکوک

تمہید:

معیشت وتجارت کو اسلامی اصولوں پر استوار کرنے اور اسلام کے معاشی اصول واحکام کو نافذ وجاری کرنے نیز ربو وغرر سے پاک اقتصادی نظام کو فروغ دینے کی مخلصانہ اور مومنانہ کوششیں ایک مدت سے نظریاتی اور عملی سطح پر جاری ہیں اور الحمدللہ ان میں خاصی کامیابی حاصل ہو رہی ہے، دنیا کے مختلف ملکوں میں غیر سودی بینک کاری اور اسلامی مالیاتی اداروں کے کامیاب تجربات ہو رہے ہیں اور پوری دنیا میں مغرب کے معاشی نظام (جو ربو، قمار، غرر وغیرہ پر مبنی ہے) کی کھلی ہوئی ناکامی دیکھنے کے بعد ماہرین معاشیات اسلام کے معاشی نظام کو واحد بہتر متبادل کے طور پر دیکھ رہے ہیں، ان حالات میں علماء کرام اور ماہرین اسلامی معاشیات کی ذمہ داری ہے کہ معیشت وتجارت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے اور سماج کی اقتصادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے شرعی متبادل پیش کریں اور مغربی معاشی نظام کی برائیوں اور خرابیوں سے بچتے ہوئے اسلام کے معاشی اصولوں پر مبنی مالیاتی اداروں کی خاکہ سازی کریں، غیر سودی بینک کاری نیز اسلامی مالیاتی اداروں کے کاموں میں جو عملی دشواریاں پیدا ہوں ان کو کتاب وسنت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں حل کریں، اسلامی مالیاتی اداروں کے اہم مسائل اور وسائل میں سے صکوک کا مسئلہ بھی ہے جو عملی طور پر اسلامی مالیاتی اداروں میں بڑے پیمانے پر مروج ہے اور اس کے تعلق سے بہت سے سوالات اور شبہات کھڑے ہوتے ہیں، اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے ''صکوک'' کو بھی اگلے سمینار کا موضوع بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

صکوک کا پس منظر:

حکومتیں، حکومت کے مختلف شعبے، بڑی کمپنیاں، غیر اسلامی مالیاتی ادارے اپنی غیر معمولی ضرورتوں کو پورا کرنے، بڑے کاروبار یا ترقیاتی منصوبوں کو روبہ عمل لانے کے لئے بونڈس جاری کرتے رہے ہیں، یہ سود بردار قرضے ہوتے ہیں جو قانون کی نگاہ میں قابل فروخت ہوتے ہیں، مثلاً کسی بڑی کمپنی کو ہائی وے یا ڈیم کی تعمیر کے لئے (جس کا اس نے ٹھیکہ لے رکھا ہے) دس کروڑ روپیوں کی ضرورت ہے، یہ رقم سودی قرض پر حاصل کرنے کے لئے کمپنی ایک لاکھ بونڈس جاری کرتی ہے، ہر بونڈ ایک ہزار کا ہوتا ہے، بونڈ پر سالانہ شرح سود طے ہوتا ہے (مثلاً دس فیصد یا آٹھ فیصد) جو حاملین بونڈس کو ملتا ہے، خواہ بونڈس جاری کرنے والی کمپنی کو اس پروجیکٹ میں نفع ہو یا نقصان، خواہ نفع کی شرح کتنی ہی زیادہ ہو حامل بونڈ کو وہی متعینہ سود ملتا ہے، یہ بانڈس قابل فروخت ہوتے ہیں، انھیں آسانی سے فروخت کیا جا سکتا ہے۔

ظاہر ہے کہ بانڈس کی مذکورہ بالا شکل اسلام کی نظر میں جائز نہیں ہے، بانڈس سود بردار قرضے ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے، ان کی خرید وفروخت بھی جائز نہیں ہے لیکن اس طریقہ پر حکومتوں اور کمپنیوں کو بڑی بڑی رقمیں حاصل ہوجاتی ہیں جن کے ذریعہ وہ بڑے بڑے ترقیاتی کام انجام دیتی ہیں۔

دور حاضر کے اسلامی اقتصادیات کے ماہرین نے بانڈس کے جائز متبادل کے طور پر جو شکلیں تجویز کی ہیں ان میں صکوک اسلامیہ

(اسلامی بانڈس) بھی ہیں جنھیں اسلامی عقود اجارہ، شرکت وغیرہ کی اساس پر ترتیب دیا گیا ہے۔

بحرین میں قائم عالمی ادارہ "هيئة المحاسبة والمراجعة للمؤسسات المالية الاسلامية" (AAOIFI) نے بڑے غور وخوض کے بعد اسلامی عقود پر مبنی گیارہ صکوک استثمار طے کیے ہیں اور ان کی شرائط وتفصیلات درج کی ہیں، یہ صکوک "المعايير الشرعية" کے سترہویں معیار میں درج ہیں، اس کا پورا متن آپ کی خدمت میں بھیجا جارہا ہے تاکہ بہ نظر غائر ان کا مطالعہ کرکے ان کے بارے میں اپنی مفصل رائے تحریر کریں، اگر صکوک کی کسی قسم کے بارے میں آپ کی رائے مختلف ہو تو اسے پوری تفصیل کے ساتھ مع دلائل لکھیں۔

صکوک کے بارے میں درج ذیل سوالات کے جوابات بھی دلائل کے ساتھ لکھیں:

الف- صکوک کی عالمی ترقیاتی اہمیت کے پیش نظر اس کے اجراء میں کن شرعی امور کا لحاظ انتہائی ضروری ہے تاکہ حامل سود قرضہ جاتی بونڈس سے اس کی ماہیت ممتاز رہے اور ترقیاتی مقاصد بھی بہ حسن وخوبی حاصل ہوں؟۔

ب- حاملان صکوک کے مالکانہ حقوق کی حفاظت نیز منافع کے جائز ہونے کے لئے کن قانونی وانتظامی تقاضوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، کیا اس کے لئے موقت ٹرسٹ بنانا کافی ہے اور ٹرسٹ بنانے کی شکل میں ارکان ٹرسٹ کا صکوک جاری کرنے والی کمپنی اور اس کے ڈائرکٹرس سے کیا رشتہ ہوگا؟۔

ج- اسلامی صکوک جاری کرنے والی بعض کمپنیاں یا ادارے صکوک حاصل کرنے والوں کے منافع کو صکوک کی قیمت سے وابستہ کرکے اس طرح طے کرتے ہیں کہ حاملین صکوک کا نفع صکوک کی قیمت کا مثلاً دس فیصد سالانہ تک ہوگا، اگر اس سے زائد نفع حاصل ہو رہا ہو تو زائد نفع صکوک جاری کرنے والی کمپنی یا ادارے کا ہوگا، صکوک میں اس طرح کی شرط عائد کرنا درست ہے یا نہیں؟ صکوک خریدنے والے افراد اگر اس شرط پر راضی ہوں تو کیا شرعاً اس کی گنجائش ہوسکتی ہے؟۔

د- صکوک کو پرکشش بنانے کے لئے صکوک جاری کرنے والی بعض کمپنیاں یا ادارے اس طرح کی شرط بھی رکھتے ہیں کہ اگر صکوک پر حاصل ہونے والا نفع جو حامل صکوک کو مل رہا ہے صکوک کی اصل قیمت کے سات فیصد (مثلاً) سے کم ہو تو صکوک جاری کرنے والی کمپنی یا ادارہ اس فیصد کو اپنی طرف سے بہ طور قرض پورا کرے گا اور اگلے سالوں میں زیادہ نفع حاصل ہونے پر منافع میں سے اسے منہا کرلے گا، کیا صکوک میں اس طرح کی شرط عائد کرنا درست ہے؟۔

ھ- صکوک جاری کرنے والی بعض کمپنیاں یا ادارے اس بات کا ذمہ لیتے ہیں کہ اگر صکوک مارکیٹ ڈاؤن ہوا اور فروختگی اس قیمت پر بھی مشکل ہوگئی جو اس پر لکھی ہوئی ہے تو صکوک جاری کرنے والی کمپنی یا ادارہ ان صکوک کو ان پر لکھی ہوئی قیمت پر خرید لے گا، اس طرح کی صراحت اور ذمہ داری کا مقصد لوگوں کو ان صکوک کی جانب راغب کرنا ہوتا ہے، کیا صکوک میں اس طرح کی صراحت ہونے کے باوجود انھیں اسلامی صکوک کہا جاسکتا ہے؟۔

و- صکوک جاری کرنے والی بعض کمپنیاں یا ادارے منافع میں سے احتیاط فنڈ قائم کرتے ہیں، مثلاً صکوک کے ساتھ جو معاہدہ ہوتا ہے اس میں یہ صراحت ہوتی ہے کہ حاصل ہونے والے نفع کا دس فیصد احتیاط فنڈ میں جمع رہے گا تاکہ آئندہ خسارہ ہونے پر یا نفع کی شرح بہت کم ہونے پر احتیاط فنڈ سے اس کی بھرپائی ہوسکے، کیا اس طرح کا فنڈ قائم کرنا شرعاً درست ہے؟۔

ز- کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حکومت کو یا کسی تھرڈ پارٹی کو کسی تعمیری یا ترقیاتی منصوبہ سے غیر معمولی دلچسپی ہوتی ہے، صکوک کی دستاویز میں حکومت یا وہ تھرڈ پارٹی یہ ذمہ لیتی ہے کہ اگر اس منصوبہ کے لئے جاری کردہ صکوک میں اصل سرمایہ کا نقصان ہوا یا نفع کی شرح اتنے

فیصد سے کم رہی تو حکومت یا تھرڈ پارٹی اس کی بھرپائی اور تلافی کرے گی، کیا حکومت یا تھرڈ پارٹی کی طرف سے اس طرح کا التزام شرعاً درست ہوگا؟ کیا اس طرح کی شرط کے باوجود وہ صکوک اسلامی ہوں گے؟۔

ح- کیا صکوک الاستثمار (اسلامی صکوک) کا اسلامی انشورنس کمپنیوں میں انشورنس کرانا درست ہوگا؟۔

☆☆☆

تجاویز:

اسلامک فقہ اکیڈمی کا بائیسواں فقہی سمینار معروف شہر امروہہ کی مشہور تاریخی دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ میں ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ کو منعقد ہوا، اجلاس میں ہندوستان کے طول وعرض سے علماء وارباب افتاء کی بڑی تعداد کے علاوہ، الجزائر، جنوبی افریقہ اور ترکی کے مندوبین نے بھی شرکت کی، مولانا سید نظام الدین صاحب (جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ)، مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی صاحب (استاذ دار العلوم دیوبند وصدر اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)، مولانا برہان الدین سنبھلی (استاذ حدیث وتفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو)، مفتی اشرف علی باقوی (امیر شریعت کرناٹک)، مولانا عبد الخالق سنبھلی (نائب مہتمم دار العلوم دیوبند)، مولانا عبد اللہ مغیثی (صدر آل انڈیا ملی کونسل)، مفتی شبیر احمد قاسمی (مفتی جامعہ اسلامیہ شاہی مرادآباد)، مولانا محمد سلمان منصور پوری (مرادآباد)، مفتی محبوب علی وجیہی (رامپور)، مفتی صادق محی الدین (جامعہ نظامیہ حیدرآباد)، مولانا ڈاکٹر عبد اللہ جولم (جامعہ دار السلام عمرآباد)، مفتی عزیز الرحمٰن فتحپوری (ممبئی)، قاضی عبد الجلیل قاسمی (قاضی شریعت امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ)، مولانا عبد اللہ معروفی (استاذ حدیث دار العلوم دیوبند)، مولانا شوکت قاسمی (ناظم رابطہ مدارس اسلامیہ دار العلوم دیوبند)، اور ملک کے مختلف علاقوں سے ممتاز اہل علم اور ارباب افتاء نے شرکت کی۔

سمینار میں تین اہم موضوعات رکھے گئے تھے، ان میں سے ایک ایسی خرید وفروخت سے متعلق جو ایک محدود مدت کے لئے کی جائے، جس کو فقہ کی اصطلاح میں ''بیع وفا'' کہتے ہیں، دوسرے ''الیکشن سے مربوط مسائل''، تیسرے جدید اسلامی مالیات کا ایک اہم مسئلہ ''صکوک'' اور اس کے ذریعہ سرمایہ کی فراہمی نیز اس کی خرید وفروخت، ان موضوعات کے علاوہ اقوام متحدہ کی خواتین کمیٹی کی جانب سے پیش کئے جانے والے مسائل کا جائزہ نیز خواتین کے تحفظ کی تدابیر کو بھی زیر بحث لایا گیا اور اس سلسلہ میں اعلامیہ بھی منظور کیا گیا۔ سمینار میں منظور ہونے والی تجاویز اور یہ تفصیلی اعلامیہ حسب ذیل ہیں:

۱-الیکشن سے مربوط شرعی مسائل:

۱- جمہوری نظام میں ووٹ کی غیر معمولی اہمیت ہے، اس اہمیت کے پیش نظر مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس حق کا بھرپور استعمال کریں۔

۲- الیکشن میں باصلاحیت اور اہل افراد کا اپنے آپ کو بحیثیت امیدوار پیش کرنا جائز و بہتر ہے۔

۳- قانون ساز اداروں میں ملّی مفادات کے تحت مسلمانوں کی نمائندگی ضروری ہے؛ البتہ اگر کوئی قانون ایسا بنایا جائے جو شرعی احکام یا انسانی مصالح کے خلاف ہو تو اس کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کرنا مسلم ممبران کا دینی وملّی فریضہ ہے۔

۴- مسلم ممبران کا یہ بھی دینی وملّی فریضہ ہے کہ شرعی احکام یا انسانی مصالح کے خلاف جو قوانین پہلے سے بنے ہوں، ان میں تبدیلی کرانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

۵- منتخب ممبران کے لیے دستور سے وفاداری کا حلف اٹھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۶- ہندوستان جیسے جمہوری ملک میں مسلمانوں کے لیے الیکشن میں حصہ لینا ایک ناگزیر ضرورت ہے؛ لہٰذا ایسی سیاسی پارٹیوں میں شرکت

درست ہے جن کا منشور فرقہ واریت پر مبنی نہ ہو۔

۷- مسلم خواتین کے لیے شرعی احکام کی رعایت کے ساتھ ووٹ دینا درست ہے۔

۲- بیع الوفا:

۱- بیع وفا کے موضوع پر تمام مقالات، تحریروں اور بحث ومباحثہ کے بعد شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ ہمارے معاشرہ سے باہمی تعاون اور قرض حسنہ کا جذبہ کم اور قرض کی واپسی میں ٹال مٹول کا مزاج بڑھتا جارہا ہے، اس لیے سمینار امت مسلمہ سے اپیل کرتا ہے کہ قرض حسنہ کی جو فضیلت ہے اس کو حاصل کرنے اور قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کی قباحت سے بچنے کی فکر پیدا کی جائے، ساتھ ہی ساتھ شریعت اسلامی سے اس بارے میں جو رہنمائی ملتی ہے اس پر عمل کیا جائے۔

۲- شریعت میں رہن کا مقصد قرض کی وصولیابی کو یقینی بنانا ہے، لہٰذا قرض دہندہ کے لیے مال مرہون سے استفادہ کرنا جائز نہیں، یہ غریبوں کا استحصال اور سودخوری کا ایک ذریعہ ہے۔

۳- اگر قرض دہندہ مال مرہون سے فائدہ اٹھائے تو انتفاع کے بقدر رقم قرض سے منہا ہوتی جائے گی، یہاں تک کہ اگر قرض کی پوری رقم کے بقدر انتفاع کر چکا ہو تو مال مرہون بغیر کسی مطالبہ کے مقروض کو واپس کرنا واجب ہوگا۔

۴- اگر کوئی شخص سخت ضرورت مند ہو، اس کو نہ قرض حسن ملے اور نہ ہی رہن پر قرض ملے اور وہ نقد رقم حاصل کرنے کے لیے اپنی کوئی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کرتا ہے، جب کہ اس کا ارادہ ہو کہ بعد میں اس کو دوبارہ خرید لے گا تو اس کی گنجائش ہے؛ البتہ واپس خریداری کا ذکر اس معاملے کے کرنے کے درمیان نہ کیا جائے؛ بلکہ اس سے الگ باہمی معاہدہ ہو جائے کہ خریدار اسے اسی قیمت پر دوبارہ بائع کو فروخت کردے گا تو ایسا کرنا درست ہوگا، اس صورت میں کہ خریدار کے لیے مبیع سے نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، بعض فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے؛ تاہم اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔

۵- کسی بھی جائداد-دکان ومکان-کو کرایہ پر لین دین کے لیے ضمانت کے نام سے لی جانے والی رقم شرعاً قرض کے حکم میں ہے۔

۶- قرض کی بنا پر کرایہ میں مروجہ اجرت کے مقابلہ میں غیر معمولی کمی (غبن فاحش) ”كل قرض جرّ نفعًا فهو حرام“ کے تحت ناجائز ہے۔

۳- بیع صکوک:

موجودہ دور میں جو مالیاتی ادارے قائم ہوئے ہیں، ان میں سے بعض انسانی ضرورتیں اور معاشی مصلحتیں متعلق ہیں، نیز اپنے بنیادی مقاصد کے اعتبار سے وہ شریعت اسلامی کے مزاج و مذاق سے متصادم نہیں ہیں؛ لیکن ان کے لئے ایسا طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے جس میں شرعی نقطۂ نظر سے بعض مفاسد داخل ہوگئے ہیں، علماء اسلام کا فریضہ ہے کہ وہ ان کا ایسا متبادل پیش کریں، جو اپنے طریقۂ کار کے اعتبار سے بھی شریعت اسلامی سے ہم آہنگ ہوں، اسی طرح کی ایک کوشش اسلامی مالیاتی اداروں نے سود پر مبنی بونڈز کے مقابلہ ”صکوک“ کی صورت میں کی ہے، جس کی بنیاد مختلف شرعی عقود پر رکھی گئی ہے؛ تاہم اس کی صورت میں بہت تنوع ہے، اور شرکاء سمینار کا احساس ہے کہ صورت مسئلہ کو مزید سمجھنے اور اس پر حکم شرعی کی تطبیق کے سلسلہ میں مزید غور کرنے کی ضرورت ہے، اس لئے ”تجویز کمیٹی“ کی رپورٹ کو ریکارڈ کیا جاتا ہے اور اس

مسئلہ کو مستقبل کے لئے موقوف رکھا جاتا ہے۔

☆ تجویز بہ سلسلہ تحفظ خواتین:

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين ومن تبعهم باحسان إلى يوم الدين ، أما بعد ۔

اس وقت پوری دنیا میں خواتین کے حقوق اوران کے تحفظ کا مسئلہ زیر بحث ہے،خواتین کے حقوق کے سلسلہ میں مغربی دنیا کا تصور یہ ہے کہ شوہر و بیوی ایک دوسرے کے پارٹنر ہیں،ان میں کسی کی حیثیت صدر خاندان اور قوّام کی نہیں ہے؛اس لئے اہل مغرب کا خیال یہ ہے کہ حق طلاق کے معاملہ میں مرد وعورت کو یکساں درجہ حاصل ہونا چاہئے اور کوئی بھی فریق عدالت کے رابطہ کے بغیر علاحدگی حاصل نہیں کرسکتا، اسی طرح تعدد ازدواج کی اجازت نہ عورت کے لئے ہونی چاہئے اور نہ مرد کے لئے ، میراث میں دونوں کا حق برابر ہونا چاہئے ،حق ولایت باپ اور ماں دونوں کو حاصل ہونا چاہئے، ۱۸؍سال سے پہلے نہ لڑکیوں کو نکاح کی اجازت ہونی چاہئے اور نہ لڑکوں کو، ولدالزنا کا نسب زانی سے ثابت ہونا چاہئے ،لڑکا ہو یا لڑکی ۱۸؍سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد وہ اپنے جسم کے مکمل طور پر مالک ہیں ، اوران کے حق میں جنسی لذت اندوزی پر کوئی ممانعت نہیں ہونی چاہئے ، املاک پر مشترکہ ملکیت ہونی چاہئے اور طلاق کے بعد املاک کی دونوں کے درمیان مساویانہ تقسیم ہونی چاہئے ،مرد خود اپنی منکوحہ سے اگر اس کی رضامندی کے بغیر جنسی تمتع کرے ،تو اس کو بھی جرم اور زنا شمار کیا جانا چاہئے ،خواتین کو مانع حمل وسائل استعمال کرنے اور اپنا حمل ساقط کرانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

یہ وہ تجاویز ہیں جو اقوام متحدہ کی خواتین کمیٹی کے ۵۷ ؍ویں اجلاس منعقدہ: ۱۴-۱۵؍مارچ ۲۰۱۳ء میں پیش کی جانے والی ہیں ، جس کا عنوان ہے:''عورتوں اور نوجوان لڑکیوں کے خلاف تشدد اختیار کئے جانے والے تمام تر طریقوں کی روک تھام اور ان کا خاتمہ''—— نیز مغربی قوتوں کی طرف سے کوشش کی جارہی ہے کہ اقوام متحدہ کے تمام ممبر ممالک اس پر دستخط کردیں، اور جو ممالک اس پر دستخط کریں گے، اگر اُن ممالک میں اس کے خلاف قانون باقی رکھا گیا تو اقوام متحدہ کو اس میں مداخلت کرنے اوران حکومتوں کو بین الاقوامی عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

اگر چہ ان قوانین کی زد تمام ہی آسمانی اور غیر آسمانی مذاہب پر پڑتی ہے؛ لیکن صورت حال یہ ہے کہ مسلمانوں کے علاوہ تمام مذہبی گروہوں نے اس بات کو عملاً قبول کرلیا ہے کہ مذہب سے ان کا تعلق محض رسمی ہوگا، زندگی کے دوسرے مسائل میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہوگا ، یہ صرف اُمت مسلمہ ہے، جو آج بھی مذہب کو اپنی پوری زندگی میں حکمراں تسلیم کرتی ہے؛ اس لئے ٹکراؤ براہ راست مسلمانوں سے ہوگا، عالم اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا فریضہ ہے کہ وہ حکمت اور بلند حوصلگی کے ساتھ اس صورتِ حال کا مقابلہ کریں اور ہرگز ایسی غیر اخلاقی مہم سے متأثر نہ ہوں۔

ایک اہم مسئلہ پوری دنیا میں خواتین کے ساتھ ظلم و زیادتی اور تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان ہے، خود ہمارے ملک ہندوستان میں خواتین پر تشدد اور جنسی ہراسانی کے جو واقعات پیش آرہے ہیں ، وہ انتہائی افسوس ناک بلکہ پوری قوم کے لئے باعث شرم ہیں ، ہر طرف سے اس کی روک تھام کے لئے سخت قوانین بنائے جانے کا مطالبہ ہورہا ہے، اور حکومت اس پر غور کررہی ہے۔

اسلام کا تصور یہ ہے کہ خود فطرت نے مردوں اور عورتوں کے درمیان صلاحیتوں کا اور قویٰ کا فرق رکھا ہے؛ اس لئے خاندانی نظام کے استحکام اور سماج کو پاکیزہ رکھنے کے لئے مساوات کی نہیں ، عدل کی ضرورت ہے ، مردوں پر ان کی صلاحیتوں کے مطابق ذمہ داریاں عائد کی

جائیں اورعورتوں پر ان کی صلاحیت کے لحاظ سے، پھرجس پر جو ذمہ داریاں ہوں اوران کی جو صلاحیتیں ہوں، اسی لحاظ سے ان کے حقوق و فرائض مقرر ہوں؛ اسی لئے اسلام نے تمام مالی ذمہ داریاں، خاندان کی کفالت اوراس کی حفاظت مردوں کے ذمہ رکھی ہے، عورتوں کو اس سے فارغ رکھا گیا ہے؛ لیکن خاندانی نظام میں استحکام اور انتظام کو برقرار رکھنے کے لئے مرد کو صدر خاندان بنایا گیا ہے اوراس کی حیثیت ''قوام و نگران'' کی مقرر کی گئی ہے، عائلی زندگی سے متعلق تمام احکام کی بنیاد اسی اُصول پر ہے۔

اسی طرح اسلام کی نظر میں خواتین کے تحفظ کو بڑی اہمیت حاصل ہے اورمردوں پر اس کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے؛ لیکن وہ اس بات پر بھی توجہ دیتا ہے کہ ان اسباب ومحرکات کو ختم یا کم سے کم کر دیا جائے جو انسان کو جرم پر اُکساتی ہیں، ایسا ماحول بنایا جائے جس میں لوگوں کے اندر جرم کی تحریک ہی پیدا نہ ہو، پھر اس کے ساتھ ساتھ جرائم پر سخت سزائیں مقرر کی جائیں؛ تاکہ مظلوم کے ساتھ بھی انصاف ہو اور مجرم کے ساتھ بھی ناانصافی نہ ہو، جرم کے محرکات کو روکے بغیر صرف سخت سزائیں مقرر کر دی جائیں، تو اس سے جرم کا سد باب نہیں ہوسکتا اور یہ بات تقاضائے انصاف کے بھی خلاف ہے۔

اس پس منظر میں اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے بائیسواں فقہی سمینار منعقدہ: ۲۶-۲۸/ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ مطابق ۹-۱۱/مارچ ۲۰۱۳ء، جامعہ اسلامیہ عربیہ، جامع مسجد امروہہ میں اس موضوع سے متعلق درج ذیل تجاویز منظور کی جاتی ہیں:

۱- انسانی آبادی — بہ شمول مغربی اور مغرب زدہ ممالک — کا غالب ترین حصہ کسی نہ کسی مذہب سے وابستہ ہے اور سماجی وازدواجی زندگی میں عورتوں اور مردوں کے درمیان مکمل مساوات، نیز لڑکوں اور لڑکیوں کو بغیر کسی قانونی رشتہ کے فطری اور غیر فطری طریقہ پر جنسی لذت اندوزی کی اجازت دینا تمام مذاہب کی مسلمہ تعلیمات کے خلاف ہے؛ اس لئے جب یہ ممالک جمہوریت اور رائے عامہ کے احترام پر مبنی نظام حکومت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان کا فریضہ ہے کہ ایسے مذہب بیزار اور اخلاق باختہ قوانین سے خود بھی اپنا دامن بچائیں اور دوسروں پر بھی ان کو مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۲- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مساوات کا یہ تصور اپنی تفصیلات کے ساتھ قانونِ فطرت سے متصادم ہے اور جب بھی انسان قانون فطرت سے ٹکراتا ہے تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوتا ہے، جس کی ایک مثال ایڈز جیسی جان لیوا اور موذی بیماری ہے؛ اس لئے پوری دنیا کا فریضہ ہے کہ وہ قانونِ فطرت سے متصادم ہونے کا خیال ترک کردے اور الہامی قوانین کی برتری کو تسلیم کرے؛ کیوں کہ یہ خود خالق فطرت کا نازل کیا ہوا قانونِ زندگی ہے، جس سے بڑھ کر کوئی اور ذات انسانیت کی مصلحت اور مضرت سے آگاہ و باخبر نہیں ہوسکتی۔

۳- عالم اسلام سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ مغرب کی اس سازش کو سمجھنے کی کوشش کریں، جس کا مقصد خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں ہے؛ بلکہ خاندان سے متعلق اسلام کے بنیادی تصور کو ڈھا دینا ہے؛ اس لئے وہ پوری قوت کے ساتھ اس خدا بیزار، انسانیت مخالف اور اخلاق دشمن مہم کی مخالفت کریں اور ہرگز ایسے کسی مسودہ پر دستخط نہ کریں۔

۴- حکومت ہند سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس ملک میں بسنے والی تمام ہی مذہبی اکائیوں کے نزدیک اس طرح کے قوانین ناقابل قبول ہیں، اور ملک کے دستور میں تمام شہریوں کو جو مذہبی آزادی عطا کی گئی ہے، سراسر اس کے مغائر ہے، اس لئے ہندوستان کو ان تجاویز پر ہرگز دستخط نہیں کرنا چاہئے۔

۵- حکومت ہند سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ جنسی جرائم کے سد باب کے لئے صرف زنا پر سخت سزا کو کافی نہ سمجھے؛ بلکہ ان اسباب ومحرکات

کوروکے، جواس گناہ پراُکساتے ہیں، جیسے: شراب کے کارخانے بند ہوں، مکمل طور پرنشہ پر پابندی عائد کی جائے، جو دستور ہند کے رہنما اُصول کا حصہ ہے، جداگانہ نظام تعلیم کی تشکیل کی جائے، اجنبی مردوعورت کے اختلاط کو حتی المقدور روکا جائے، لڑکوں اور لڑکیوں کوڈھیلے ڈھالے اورساتر لباس پہننے کا پابند کیا جائے، فحش فلموں اورمیڈیا کے ناشائستہ پروگراموں کوروکا جائے، خواتین کے لئے نائٹ ڈیوٹی کوممنوع قرار دیا جائے، نکاح کے لئے لڑکوں کے حق میں ۲۱ سال کی اورلڑکیوں کے حق میں ۱۸ سال کی شرط ختم کردی جائے اوراس طرح کی احتیاطی تدابیر کے ساتھ پھر زنا پر-خواہ وہ باہمی رضامندی سے ہو یا جبر کے ساتھ-سخت سزا مقرر کی جائے۔

۶- یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف قانون کے ذریعہ کسی برائی کوروکانہیں جاسکتا، جب تک کہ دل ودماغ میں تبدیلی نہ لائی جائے، اس لئے اس وقت زنا، قتل، رہزنی اورکرپشن کے بڑھتے ہوئے واقعات اوران واقعات میں تعلیم یافتہ لوگوں کے یکساں طور پرملوث ہونے کے اعتبار سے یہ بات ضروری ہوگئی ہے کہ حکومت اخلاقی تعلیم کوتعلیمی اداروں کے نصاب میں لازمی جزو کی حیثیت سے شامل کرے، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اخلاق پر مبنی تربیتی پروگرام نشر کئے جائیں اورتجارتی اشتہارات کواخلاقی قدروں کا پابند بنایا جائے۔

۷- مسلمان ایک داعی گروہ ہیں اوران کی ذمہ داری ہے کہ وہ صرف زبان ہی سے نہیں؛ بلکہ اپنے عمل کے ذریعہ بھی اسلام کی دعوت پیش کریں، خواتین سے متعلق حقوق ادا کرنے کا اہتمام کریں، ان پرمظالم کے ارتکاب سے بچیں، عورتوں کوشرعی اصولوں کے مطابق میراث میں ان کا حق دیا کریں، طلاق کے بے جا استعمال سے پرہیز کریں، نکاح کوعبادت کے بجائے تجارت نہ بنالیں، اورایک ایسے سماج کی تعمیر کریں جوواقعی اُس حسن سلوک کا بہترین مظہر ہو، جس کا اسلام میں حکم دیا گیا ہے اورجس میں خواتین کی عزت و توقیر کا پورا پورا لحاظ رکھا جاتا ہو۔

✧ ✧ ✧